بیدل دہلوی اور شمس تبریزی کے عرفان پر ایک نظر

علی رضا قزوہ

فرانس میں سورین یونیورسٹی کے استاد لولی ماسینیون نے تصوف کے بارے میں ایک دلچسپ اور اچھی بات کہی ہے۔ بیدل دہلوی کے تصوف کی بنیاد اور اس کے سرچشمے کے بارے میں ہم اس عالم اور مفکر مستشرق کے عقیدے کو نظر انداز نہیں کرسکتے۔ اس کا خیال ہے:

''تصوف و عرفان کے اصلی بیج قرآن میں ہیں۔ یہ اتنے وافی و کافی ہیں کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ کسی اجنبی دسترخوان پر ان کی تلاش کے لئے بیٹھا جائے۔''[1]

متعدد معاصر عارفوں اورصوفیوں کے اقوال و افکار عظیم عرفا مثلاً شمس تبریزی اور بیدل کے اقوال و افکار سے متاثر ہیں ان دونوں عرفا کے طریقوں میں مماثلت نظر آتی ہے اور ایران زمین کے عرفا میں ان دونوں منفرد اور بے نذیر عرفا نے لوئی کی تعبیر کے مطابق قرآن و حدیث سے استفادہ کیا ہے۔ ممکن ہے ایران میں بیدل دہلوی کا عرفانی مقام عام لوگوں اورحتی صاحبان علم وفضل اور ادب دوست افراد کی نظروں سے بالعموم اوجھل رہا ہو، لیکن بیدل دہلوی ان شعرا میں ہیں کہ جنھوں نے ''عرفان'' نام کی ایک کتاب نظم کی ہے اور اسی طرح اپنے اشعار، اور ''چہار عنصر'' کی دلکش اور اہم نثر میں جگہ جگہ اور رسالہ ''نکات'' میں بالخصوص عرفان وتصوف کے راز و رمز بیان کئے ہیں۔ ان میں سے بہت زیادہ ایسے ہیں جو بیدل کے اپنے تدبر و تفکر اور بے مثال افکار کا ماحصل ہیں اور جن کا تعلق ان کے شخصی سیر و سلوک سے ہے۔ امکان ہے کہ اس عارف شاعر کی راز آمیزی اور رمزی رویے کو شمس تبریزی کے فکر سے سب سے زیادہ قریب سمجھا جائے اور بے شک اگر ان دونوں بزرگوں کے افکار و عقائد کے ایک دوسرے سے نزدیک ہونے اور دونوں میں مشابہت کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں پتا چلے گا کہ بیدل نے بھی شمس تبریز کے احوال و آثار کی تحقیق کی تھی اور وہ اس عارف عاشق سے مثبت طور پر متاثر تھے۔

آج کے وارداتی عرفان کا بڑا حصہ جیسے سرخ پوست، کا ستاندایی، ددن خوانی اور اوشو اور سائی بابا

کا عرفان کہا جاتا ہے، شمس، علاء الدولہ سمنانی، بیدل دہلوی جیسے عرفا کے افکار جنھیں اس سرزمین کے عرفانی افکار کا سرتاج کہا جاتا ہے، نسخہ بدل اور متبادل ہے۔

ہماری بے توجہی کے سبب یہی اصلی خیالات عارفوں کے نام سے اور زیادہ شدید رنگ و روپ میں، لیکن کمتر وقعت کے ساتھ، پھر سے ہماری نگاہوں کے سامنے پیش کردیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے بیدل کے عرفان کی شناخت اور شمس تبریزی کے پر رمز و راز افکار پر تجدید نظر، میری نگاہ میں ایک سنجیدہ ضرورت ہے۔ اس معاملہ میں ہمارے صاحب نقد و نظر اور معروف مفکروں کو غور وفکر کرنی چاہئے۔

معاصر ہندوستان کا عارف ''اوشو'' جس کی کتابیں اس سرزمین میں آج کی کتابوں کے بے رونق بازار میں مختلف شکلوں اور گوناگوں روپوں اور بہت بڑی تعداد میں بار بار شائع ہوتی ہیں۔ ایسے اشخاص میں شامل ہے جس نے شمس تبریزی کے افکار سے بہت اثر قبول کیا ہے اور اس نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ شمس تبریزی کی روح نے اتنی طویل مدت کے بعد وہ بھی امریکہ میں ایک پٹرول پمپ پر اس سے گفتگو کی ہے۔ اور اوشو اس واقعہ کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا ہے اور اپنے افکار کے لئے حقانیت کا ثبوت مانتا ہے۔ اوشو جیسے لوگوں کی طرف سے اس طرح کے دعوے محض دعوے اور شعبدہ بازی نظر آتے ہیں لیکن شمس اور بیدل جیسے بزرگوں کے افکار میں سب سے پہلی وجہ اشتراک کا اپنی کرامتوں اور عظمتوں میں جو ان سے رونما ہوتی ہیں، پتا لگانا چاہئے، حالانکہ ان بزرگوں نے یہ نہیں چاہا کہ یہ کرامتیں ان کی عظمت کی ترجمان سمجھی جائیں۔ یہ کرامتیں ان کی روح کے سبک ہونے اور جسم کے آلودگیوں سے ان کے جسم کی رہائی کا نتیجہ ہیں۔ توجہ طلب یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ اپنے طریقے، مقصد اور حکمت فکر میں نہ صرف ان کرامتوں کو اپنے اوپر سوار کرتے بلکہ ان لوگوں کی مخالفت بھی کرتے ہیں جنھوں نے ان کرامتوں کے بار بار ذکر سے خود اپنے لئے ایک مقام بنانے کی کوشش کی ہے۔ بیدل اپنے رسالے چہار عنصر میں ایک جگہ اپنی روح کے سبک ہونے کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حتی ایک بچہ بھی اس کو دیکھ کر وحشت زدہ ہوجاتا ہے۔ اور پھر وہ کہتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ بے پناہ ہلکے ہونے کے سبب میرے پیر زمین سے ادھر ہوگئے ہیں۔ شمس کو ''شمس پرندہ'' کہتے تھے۔ بیدل اور شمس کو دیکھ کر جو لوگ کشف و کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی تردید کرنی چاہئے اور ان میں سے بیشتر اس زمانے کے جادوگر اور شعبدہ باز ہیں۔ اس قسم کے لوگوں پر اعتراض کے طور پر بیدل ''رسالہ نکات'' میں کہتا ہے:

''اگر تمہارے ناخنوں میں رسائی ہے، تو اپنے عقدوں کو کھولنے کی کوشش کرو، اور اگر تمہارے نفس میں اثر ہے تو اس کو اپنے آپ کی جراحت میں استعمال کرو۔''

شمس اور بیدل دونوں عجیب وغریب لوگ تھے اور ان کی عادتیں اور ان کے اخلاق بھی خاص تھے۔ خیر ان کو مختلف طور پر دیکھنا اور دوسرے ہی انداز سے سوچنا، بچپن ہی سے ان کی خاصیت تھی۔

شمس نے کہا ہے:

''مجھ سے بڑی سمجھ داری سے کہا گیا کہ رنجیدہ و پریشان کیوں ہو؟ تمہیں لباس کی ضرورت ہے یا سونے چاندی کی۔ میں نے کہا: اے کاش جو لباس میرے پاس ہے وہ بھی مجھ سے لے لیا جاتا۔''[۲]

بیدل نے بھی چار عنصر میں کچھ ایسا ہی کہا ہے:

''فقیر بیدل کو آغاز شعور ہی سے، عجز وغرور کے امتیاز کے بغیر ہی، بے رنگی پر توجہ تھی اور اس شوق کی وجہ سے ہر بار سانس لینے کے بعد حیرت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔''[۳]

بیدل اور شمس کے نظام عرفان میں ''دل'' کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ دونوں ''دل'' کو کعبۂ مراد اور حضرت حق کا صحیح مقام سمجھتے تھے۔

''یہ سمجھ لو کہ وہ خدا جو اس گھر کا مالک ہے اور جب سے اس گھر یعنی خانۂ کعبہ کی بنیاد رکھی گئی ہے، اس میں نہیں آیا ہے اور جب سے اس گھر یعنی دل کی تعمیر کی گئی ہے، وہ اس گھر سے کہیں گیا ہی نہیں ہے۔''[۴]

افسوس کی بات ہے کہ بعض مستشرق جیسے 'جان ریپکا' اور تاجیکی محقق مرحوم صدر الدین عینی نے بیدل پر سطحی اور خود اپنے اعتقاد کے مطابق نگاہ ڈالی ہے اور بہشت، جہنم اور مسلمان ہونے کے بارے میں بیدل کے اعتقادات کو خود اپنے معتقدات کے پیمانے سے جانچا اور پرکھا ہے۔

حتی کہ بہت سے ناقد و اہل نظر بھی شمس کے پیغمبر سے والہانہ عشق وتعلق کے بارے میں بھی توہم و اشتباہات کا شکار ہوئے ہیں، اور شمس کے پیغمبر اسلام کے بارے میں گہرے رمز آمیز جملے کو جس طرح سمجھنا چاہئے تھا، سمجھ نہیں سکے ہیں۔ شمس نے کہا ہے: ''میں پیغمبر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوائے برادرانہ طریقے کے کسی دوسرے طور پر نہیں جیتا''۔

بیدل کی زندگی بھی اس طرح گذری جیسے مکے کے یتیم کی گذری تھی۔ بیدل بھی بچپن ہی میں اپنے ماں باپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے۔ ان کے ابو طالب، میرزا ظریف تھے اور ان

کے عبد المطلب، مرزا قلندر اور یہ دونوں بیدل کے پیران طریقت تھے۔ یہ دو امی کہ امی ہونے کے باوجود، بہت سے رمز و رازوں سے واقف تھے اور مسلمانی اور اعتقاد کے راستے پر گامزن تھے۔

کیا یہ صحیح ہے کہ ایک شاعر جو اس مضمون وعقیدے کا شعر کہہ سکتا ہے:

شابت قیام و شیب رکوع و فنا سجود　　　　در ہستی و عدم نتوان جز نماز کرد

یعنی وہ شخص جس کی ''ہستی'' اور حتی ''عدم'' میں نماز ترک نہیں ہوتی، کیا وہ بہشت و دوزخ پر مادی اور بے اعتقادی کی نظر ڈال سکتا ہے؟

افسوس کی بات یہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں سے سامراج کا یہ ایک بہت سنجیدہ منصوبہ رہا ہے اور اس موضوع پر نہایت توجہ سے کام کیا گیا ہے کہ ایسے بزرگوں اور عارفوں کی شخصیات کو جو اپنی پاکی اور فکر کی دوستی اور سچائی کے لئے معروف رہے ہیں، مجروح کیا جائے۔ بیدل دہلوی ایسے لوگوں کی فہرست میں سب سے پہلے ہیں۔ زورِ قلم سے بہت سے محققین نے نارسا اور غیر اخلاقی اشعار تراشنے اور ان کی الٹی سیدھی شرح کرنے سے غافل نہیں رہے ہیں۔ یہ ظلم خاص طور پر ان چند بہ اصطلاح فارسی زبان میں بیدل شناسوں کے کاموں میں نظر آتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردن پر پیچھے کی طرف زخم ہیں۔ اور ان کا اسی جماعت سے تعلق ہے جو بیدل اور شمس سے زیادہ تر اختلاف کرتے رہے ہیں۔ اس وجہ سے یہ مناسب ہے کہ ہمارے سب سے زیادہ صاحب نظر نادر اور محقق ان دونوں ہمارے بزرگ عرفا کے نتائج فکر کے خزانوں کو پھر سے کھنگالیں اور ان پر تحقیقی نظر ڈالیں تاکہ ان پر بیٹھی ہوئی گرد صاف ہوسکے اور یہ درخشاں موتی اہل فکر و صاحب نظر افراد کی خدمت میں ان کی قدر و قیمت کے تعیین کے لئے پیش کئے جاسکیں۔

یہ دونوں شخصیتیں اپنے اپنے دور کے اہل نقد و حال تھے اور انھوں نے مفید تنقید کے ذریعے ہماری راہنمائی کی ہے۔ یہ دونوں مصلح تھے۔ ان دونوں کی زبان نہایت تلخ اور بے پروا ہے۔ ان دونوں نے بہت سے بیکاروں، فضولوں شاہد بازوں اور کجروؤں کو اپنا دشمن بنالیا تھا۔ شمس نے ان لوگوں سے جن کی زبان پر جنید، بایزید اور دوسرے بزرگوں کا نام ہمیشہ رہتا تھا، کہا ہے:

''یہ جو آپ ان کے بارے میں بات کرتے ہیں، یہ اپنے دور کی اہم اشخاص میں شمار ہوتے ہیں۔ تم جو اپنے دور کی بڑے لوگوں میں شمار ہوتے ہو، تمہارے خیالات اور تمہاری گفتگو کہاں ہے؟''۔

بیدل نے بھی اس نوعیت کے فضل فروشوں کا اس طرح مذاق اڑایا ہے:

در مزاج خلق، بی کاری جنون می پرورد   این خران تام فضولی را تصوف کردہ اند

(لوگوں کے دماغ میں بے کاری جنون پیدا کردیتی ہے۔ یہ احمق فضولیات کو تصوف کہتے ہیں)

شمس حتی ابن عربی جیسے عظیم فلسفی کی شہرت اور احترام سے بھی مرعوب نہیں تھے وہ ہر قسم کے ملاحظات سے بے پروا ان کے بارے میں کہتے ہیں:

مرد بزرگی است، ولی در متابعت نیست

(یہ ایک عظیم شخص ہیں، لیکن متابعت نہیں کرتے)

شمس نے ایک دوسری جگہ بھی جہاں وہ جھوٹے چلہ نشینوں کا مذاق اڑاتے ہیں، کہا ہے کہ متابعت اساس کار ہے۔

''آخر بنگر کہ این چلہ نشینی و آن ذکر ہیچ متابعت محمد رسول اللہ ہست؟''

(دیکھو تو سہی، کیا ایسی چلہ نشینی اور اس طرح کے ذکر سے، محمد رسول اللہ کی پیروی ہوتی ہے؟

ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

''آنہا کہ در چلہ پای بر دامن کشیدہ اند، ہمچون زنان تازہ زایمان کردہ می باشند۔ اگر مردند از چلہ بیرون آیند''

(یہ جنھوں نے چلے میں اپنے پاؤں اپنے دامن میں سمیٹ رکھے ہیں، ایسی عورتوں کی مانند ہیں جنھوں نے ابھی بچے کو جنم دیا ہے۔ یہ اگر مرد ہیں تو انھیں چلے سے باہر آنا چاہئے۔)

اور اسی طرح وہ اس کرمان کے صوفی کو جو شاہد بازی میں مبتلا تھا، ظرافت کے ساتھ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ:

''جمال ماہ در طشت می بینی، اگر دمل بر گردن نداری، ماہ را بی واسطہ بین''

(تم چاند کو طشت میں دیکھ رہے ہو، اگر تمہاری گردن پر پھنسی نہیں ہے تو چاند کو بلا کسی واسطے کے دیکھو۔)

بیدل بھی بالکل یہی تنقیدی اور شمس تبریزی کا عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ جھوٹی شہرت کے طالب اور اپنی بڑائی کے دعویداروں سے کہتے ہیں:

کوسِ شہرت انتظاران بشکنم یا نشکنم   نشتری می خواہد این جمعیت آماس ہا

(شہرت کے طالبوں کے ڈھول کو میں توڑوں یا نہ توڑوں، لیکن یہ ان مغروروں کے ورم سے پھولے بدن نشتر چاہتے ہیں۔)

خانقاہوں میں بیٹھے بزرگوں اور جھوٹے پیروں سے بیدل کی بے پروائی اگر دیکھنی ہے تو یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے:

برہم زدن سلسلہ ی ریش محال است　　　عمری ست کہ ہم صحبت خرس و بز و میشم

(ایک عمر ہوگئی کہ میں ریچھ، بکری اور بھینس کی صحبت میں رہتا ہوں اس لئے جانتا ہوں کہ ریش کا یہ سلسلہ توڑنا محال ہے)

وہ حالانکہ اہل طریقت و مراقبہ اور اہل دل تھے، لیکن سر پر ترکی ٹوپی اور بوق اور داڑھی رکھنے سے پرہیز کرتے تھے۔ اور انھوں نے اپنی کتاب چار عنصر میں جگہ جگہ اس ریا کاری کا مذاق اڑایا ہے:

''من ریش خود می تراشم و جگر خلق نمی تراشم''

(میں اپنی داڑھی ضرور کاٹتا ہوں، لیکن لوگوں کا جگر نہیں کاٹتا)

اس نوعیت کے رویوں، حق گوئیوں اور بے پروائیوں کے باوجود، شمس اور بیدل دونوں اعتدال پسند بھی تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی سیرت بھی اعتدال اور "خیر الامور اوسطھا" کا نمونہ تھی۔ بیدل نے ایک جگہ کہا ہے:

''تعدیل بہ ہر امر، کمال عرفاست''

(ہر معاملے میں اعتدال، عرفا کے کمال کی نشانی ہے)

بیدل اپنے رسالۂ نکات میں پھر کہتے ہیں کہ جسم کی صحت غذا کے اعتدال پر مبنی ہے اور غذا کا اعتدال عبادت کے انجام دینے پر مشروط ہے۔ بیدل کے عرفان میں موزوں ہونے کے گہرے اور عمیق معنی ہیں:

درک نیرنگ معنی آسان نیست　　　ہر کہ موزون نباشد انسان نیست

(معنی کی نیرنگیوں کا ادراک آسان نہیں۔ جو موزوں نہیں وہ انسان نہیں۔)

شمس اور بیدل دونوں معلم قرآن ہیں اور چہار عنصر کی شہادت پر کہا جاسکتا ہے کہ نماز بیدل کی انیس و مونس تھی۔ خاص طور پر بیدل کی تین سالہ آوارگی کے زمانے میں، یہ نماز تھی جس نے تنہائیوں میں ان کی دادرسی کی۔ شمس نے بھی اپنی زندگی قرآن کی تدریس میں گذاری ہے۔ اس کے باوجود کہ

وہ فقیروں کی طرح زندگی گذارتے تھے، لیکن فقیروں کے زبردست دستگیر بھی تھے۔

شمس کہتے ہیں:

''اصحاب سردانستہ اندکہ پیامبر چہ گفت؟''

(اصحاب فکر ونظر جانتے ہیں کہ پیامبر نے کیا فرمایا ہے؟)

بیدل اس ضمن میں کہتے ہیں:

''شناخت حضرت ختمی مرتبت ونعت وی، دشوار تراز ستایش ذات مطلق وصفت محبوبی کہ از کسوت رنگش غیر از جمال بی رنگی بہار نکرد، دشوار تر از بیان کیفیت حق''۔٦

بیدل سے پہلے اگر تصوف تھا تو اس میں خال ولب کی گفتگو ہوتی تھی اور بیدل کے کلام میں الفاظ اور اصطلاحات، دوسری ہی نوعیت کے ہیں۔ وہم، خیال، ہوش، عقل، آئینہ، من اور غیر، الفاظ بقول بیدل:

آن مصطلحات مبتذل گشت کہن　　　اکنون باید معانی ما دانست

(وہ اصطلاحات اب ترک کردی گئی ہیں۔متبدل ہوگئی ہیں۔ اب ہمارے الفاظ کی معنویت کو سمجھنا چاہئے۔)

بیدل کے بیشتر عرفانی آثار جیسے طلسم حیرت، طور معرفت، عرفان، محیط اعظم وغیرہ میں پیغمبر اسلام کی نعت نہایت سنجیدہ اور مختلف پیرایوں میں موجود ہے۔ بیدل کے تصوف میں تقوی اور اخلاق کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ دوسرے الفاظ میں بیدل کا عرفان محمدی تقوی اور اخلاق کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

بیدل کی نظر یں تمام انبیاء اللہ تعالی کے نزدیک مقام دانائی تک پہنچے اور پیغمبر اسلام مقام بینائی پر فائز ہوئے۔ یعنی ہمارے پیغمبر جو کچھ امت سے کہتے تھے۔ وہ اس دنیا کے بارے میں ہوخواہ دوسری دنیا کے بارے میں، سب کچھ ان کا مشاہدہ تھا یہی ظرف نکتہ اصل میں بیدل کے نظریے کی بنیاد ہے۔ یہ اتنا سب کچھ آئینہ کے بارے میں بیدل کیوں گفتگو کرتے ہیں کہ انہیں ''شاعر آیینہ ہا'' کہا جانے لگا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ وہ اس آئینہ میں وہ سب کچھ دیکھتے ہیں جسے ان سے پہلے شاعروں نے صرف سنا تھا۔ ان کا کہنا ہے:

''آئینہ بیاریدکہ دیدار نویسند''

(آئینہ لاؤ کہ جو کچھ دیکھا جائے وہی لکھا جائے۔)

رسالہ نکات کے انیسویں نکتہ میں، بیدل تقویٰ کے باب میں نہایت دلفریب گفتگو کرتے ہیں:

''تقویٰ اہل دنیا منحصر است بہ دامن از لوث ظاہر چیدن، بہ انضباط شرایط صوم و صلات و تقویٰ اہل عقبیٰ منع نفس از شغل مناہی بہ طلب درجات و تقویٰ اہل اللہ بازداشتن دل از خطرات اسماء و صفات، بہ پاس ناموس تنزہ ذات......''

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں بیدل کے یہ پر معنی ابیات بھی اسی موضوع سے بحث کرتے ہیں:

زبانم قابل حمد خدا شد — کہ با نام محمدؐ آشنا شد
دو عالم چون صدف در ہم شکستم — کہ آمد گوہر نامش بہ دستم ۸

اسی طرح وہ ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

انبیاء صاحب دعوت بودند — صورت و معنی الفت بودند
سالہا بر اثر سعی وفاق — عرضہ دادند طریق اخلاق
تا تو زان شیوہ مکرم گشتی — غولی ات محو شد، آدم گشتی

شمس و بیدل اپنے نظریات و عقائد میں ایک دوسرے سے نزدیک ہیں۔ شاید اس کی ایک وجہ یہی بنیادی نکتہ ہے یہ دونوں عارف اور مفکر یہ سوچتے تھے کہ آج کی دنیا کو تصوف سے زیادہ اخلاق کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کے معلم ان دونوں عرفا نے تعلیم، تربیت اور انسان کی برتری کے میدان میں خدانگری پر مبنی تصورات سے کام لیا اور شاید اسی وجہ سے ان دونوں نے دوسروں سے زیادہ جھوٹے اور مصنوعی پیران خانقاہ اور درویشوں سے اختلاف کیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ جس طرح پیامبروں کا کام یہ ہے کہ وہ اخلاق درست کریں اور وہ "انک لعلی خلق عظیم" کے راستے پر گامزن رہیں۔ ان دونوں بزرگ عارفوں کا تصوف بھی محمدی اخلاق اور انبیاء کے دعوتی مشن کے مطابق رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شمس و بیدل کا تصوف اخلاق محمدی کے سوا اور کچھ نہیں رہا ہے۔

حوالے

۱- تاریخ فلسفہ در جہان اسلام، ج ۱، ص ۲۴۴
۲- مقالات شمس، ص ۷۸
۳- چار عنصر، ص ۱۰۱
۴- مقالات، ص ۳۴۰ و خط سوم دکتر صاحب الزمانی، ص ۴۸۶
۵- مقالات، ص ۱۳۰
۶- ایضاً
۷- مثنوی طلسم حیرت